پروفیسر تاثیر وجدان مرحوم

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

تیشہ زن! سِل کو کسی پھول کی پتی سے تراش
پردۂ سنگ میں لو دیتا ہے چہرہ کوئی
ہم اسیرانِ شبِ غم ہیں سحر کے وارث
اپنے کاسے میں ہے فردا کا اُجالا کوئی

یہ ہیں پروفیسر تاثیر وجدان۔ اکہرے بدن کا میانہ قد انسان، چہرہ کھلی کتاب، عینک سرورق، رنگ گندمی، آنکھیں روشن اور متحرک، کچھ سوچتی ہوئیں، کچھ بولتی ہوئیں، دل جری نگاہ کھری، قاہری اور دلبری کا مجموعہ، قلب ونظر مسلمان، دماغ اشتراکی بھنویں تنی ہوئیں، خیالات میں تندوتیز، سیمابی طبیعت پائی تھی۔ ماں باپ کا رکھا ہوا نام عبدالحق، خود تاثیر وجدان ہوگئے۔ انڈیا کے ضلع جالندھر کی تحصیل نکودر میں پیدا ہوئے۔ والد ریلوے میں اوورسیئر تھے۔ اُن کے اپنے قول کے مطابق:

''سب سے پہلے والد صاحب کے تربیتی کردار نے مجھے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ جو فطری ورثہ انھوں نے مجھے منتقل کیا، اُس کی نشوونما کا سازگار ماحول بھی وہ خود ہی تھے۔ گھر اور سکول کے ماحول سے علیحدہ کر کے مجھے فطرتی مناظر کے درمیان دعوت دے کر وہ سوال جواب کی شکل میں میری تربیت کرتے رہے۔ اُن کا اندازِ تعلیم اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے رومانی مکتبۂ فکر کے قائدین روسو اور ورڈز ورتھ جیسا تھا۔ وہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی کھلم کھلا مذمت اور شاداب جنگلوں کی تعریف وتحسین کرتے ہوئے کہا کرتے تھے:

''گرادو یونیورسٹیوں اور کالجوں کی عمارتوں کو۔ یہ سب مصنوعی تمدن کی یادگاریں ہیں۔ لے چلو زیرِ تعلیم نسلوں کو ہرے بھرے شاداب جنگلوں کی طرف کہ یہی فطری تمدن ہے۔ یہی درسگاہ فطرت ہے شاداب نیچر کے اندر سے سپر نیچر کو تلاش کرو۔ موسم بہار کے جنگل کی ایک ہی داخلی تحریک تمھیں زمانے بھر کے داناؤں سے بے نیاز کر دے گی۔''

پروفیسر تاثیر وجدان مرحوم نے ۱۹۶۱ء میں کالج آف ایجوکیشن بہاول پور سے ایم اے اردو کیا اور وہیں بطور لیکچرار کام کرنے لگے۔ ۱۹۶۳ء میں اُن کا تبادلہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان میں ہوگیا۔ کالج کیریئر کے دوران ایم اے فارسی کیا اور اردو کے علاوہ فارسی شاعری بھی کی:

شعلۂ حرفم بہ بزمِ رنگ و بو تقسیم گشت　　آتشِ جانم بہارِ وادیٔ تعلیم گشت
پائے راہرو سوئے شبہا، رخ بسوئے آفتاب　　حیف آں موج کہ از ضدِ نہاں دو نیم گشت
شعلۂ طغیانیٔ لا مُرد در قعرِ وجود　　شیوۂ انکارِ نذرِ شیوۂ تسلیم گشت

پروفیسر تاثیر وجدان پلے بڑھے بہاول پور میں مگر پروان چڑھے ملتان میں۔ اُفقِ شعر و ادب پر آفتاب بن کر چمکے۔ فارسی اور اردو میں یکساں مہارت کے ساتھ غزل اور نظم لکھی۔ ''نامعلوم کی پیاس'' کے نام سے آپ کا دیوان بھی چھپ چکا ہے۔ ان کے اشعار کے مطالب، افکارِ غالب کی طرح کہیں کہیں پیچیدہ ہو جاتے ہیں:

کھدی ہوئی ہیں کف برگ پر وہ سطریں بھی
جو حرف وصوت کی انجیل میں کہیں بھی نہیں
سخنوری ہے اب غارِ کہنگی میں جہاں
برہنہ جسم پہ پتوں کی پوستیں بھی نہیں

ان کا تصورِ شاعر یہ ہے کہ اگر شاعری کا عمل محض دائرے کا عمل ہے تو حاصل تکرار کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ شاعر اگر یکتا اور منفرد نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ شاعری مطلق طور پر بے مثل نہیں ہوتی۔ اضافی طور پر ہوتی ہے، وہ خود کہتے ہیں:

اے شکم کے چارہ سازو، جسم کے دانشورو!　　رزق کو تم دیوتا مانو، خدا رکھتے ہیں ہم
ہر قدم پر ہم مٹا دیتے ہیں راہِ بازگشت　　پیش رو ہیں، پیش قدمی مدعا رکھتے ہیں ہم
غیر سے ہم رنگ ہونا تو ہے تکرارِ ہنر　　طرز جیسا بھی ہے لوگوں سے جدا رکھتے ہیں ہم

پروفیسر مرحوم اردو کے استاد تھے۔ فلسفہ بھی پڑھاتے رہے۔ ایک جگہ وہ خود تحریر کرتے ہیں:

''فلسفہ تعلیم اور تعلیم کی زیریں تہہ میں کارفرما اصول ہمیں سمجھاتا ہے اور تشکیک سے تحقیق اور تحقیق سے تسلیم کی منزل سے ہم کنار کرتا ہے۔ اس کے مطالعہ کی آوارگی مجھے کئی راہوں میں بھٹکا گئی۔ سوشلسٹ تھیوری کو بھی گم ہو کر پڑھا۔ افلاطون کی آئیڈیالزم (وجودیت) اور کارل مارکس کی ریئلزم (حقیقت پسندی) سے متاثر بھی ہوا۔ کچھ عرصے کے لیے فکر و نظر کی وادیوں میں بھٹکتا بھی رہا اور پھر جیسے عبدالماجد دریا آبادی کو تھانہ بھون کے ایک درویش مولانا اشرف علی تھانوی سے ملاقات کے بعد کنارا مل گیا تھا بالکل اُسی طرح سوشلزم کے اس ورطۂ طلسم سے مجھے مودودی صاحب نے نکالا جن سے ۱۹۷۱ء میں، اچھرہ لاہور میں پروفیسر نصر اللہ شعبہ تاریخ کی رفاقت میں میرا مکالمہ ہوا۔ مودودی صاحب نے تفہیم میں ''سواء السبیل'' کی وضاحت کے دوران، کارل مارکس کے نظریۂ مادی تاریخ کی دھجیاں بکھیر دیں۔''

پروفیسر تاثیر وجدان مرحوم کے استاد پروفیسر عبدالغفور نے انھیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا:

''تاثیر وجدان، واقعی خلا کے اُن نایاب طائروں یعنی اونچے درجے کے نایاب انسانوں میں سے ہیں جو اپنی پرواز

کے دوران بھٹک کر محض اتفاق سے محکمۂ تعلیم کے میدان میں آنکلتے ہیں۔ وہ ایک وسیع المطالعہ انسان ہے۔ مسلم قوم کی تہذیبی پہچان پر ایمان رکھنے والا اور حب الوطنی کی آگ میں جلنے والا ادبی مقرر ہے اور جذباتی اظہار کے غیر معمولی لہجے کا شاعر ہے۔''

جنابِ احمد ندیم قاسمی کی رائے میں:

''جہاں پروفیسر تاثیر وجدان کی شاعری اور تنقید کے معیار نہایت اعلیٰ اور صاف ستھرے ہیں وہیں اُن کی علمی، ادبی اور تہذیبی سرگرمیاں نوجوانوں کے لیے منبعِ پیغام ہیں۔''

آخر میں مرحوم کی ایک نظم ''اب آواز نہ دے'' کی چند لائنیں جو شاید اُن کا اپنے ساتھیوں کے نام آخری پیام ہے:

مجھے ماضی کے دریچوں سے اب آواز نہ دے
تیری آواز سماعت پہ مری بار نہیں
جانے کیوں باعث تسکینِ دل زار نہیں
غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے انساں کی قسم
مرے ماحول کی آنکھوں سے لہو جاری ہے
ابھی آلام کی راتوں کا فسوں طاری ہے
مائلِ نغمہ نہ کر، پھر سے مجھے ساز نہ دے
مجھے ماضی کے دریچوں سے اب آواز نہ دے

O

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501